اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حٰمٓ السجدہ:30)

وقال اللہ تعالیٰ فی مقام اخر

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا (ھود:112)

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۔وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

قوت ارادی ایک نعمت ہے:

انسان اس دنیا میں اللہ رب العزت کا نائب، اس کا خلیفہ اور اس کی صفات کا مظہر اتم ہے۔اللہ رب العزت نے انسان کو بہت ساری خوبیوں سے نوازا ہے۔مثلاً عقل کا نور عطا کیا، بولنے کی طاقت دی، جانوروں پر فضیلت دی۔اس کے علاوہ ایسی ایسی نعمتوں سے نوازا جو انسان اپنی محنت اور کوشش سے بھی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ان نعمتوں میں سے ایک نعمت ''قوت ارادی'' بھی ہے۔ یہ قوت ارادی اللہ رب العزت کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے۔اس قوت ارادی کو بروئے کار لا کر انسان بعض اوقات ناممکن نظر آنے والے کاموں کو بھی ممکن کر دکھاتا ہے۔قوت ارادی کو Determination Power یا Will Power بھی کہتے ہیں۔ یہ ہر انسان میں ہوتی ہے۔اگرچہ یہ نعمت ایمان والوں میں زیادہ ہوتی ہے تاہم یہ کافروں میں بھی ہوتی ہے،اسی وجہ سے کفار بھی بعض اوقات بڑے عجیب وغریب کام کر دکھاتے ہیں۔

دنیا کا سب سے بڑا ترجمان اور اس کی قوت ارادی:

اٹلی کا ایک سائنسدان تھا۔اس نے عربی زبان سیکھی ۔چونکہ وہ میڈیکل کی لائن سے تعلّق رکھتا تھا اس لئے اس نے لائبریریوں میں یونانی طب پر بہت سی کتابیں پڑھیں ۔ان میں سے اسے دو کتابیں بہت اچھی لگیں ۔اس نے ان کا ترجمہ عربی زبان سے اطالوی زبان میں کر دیا۔وہ کتابیں اتنی مقبول ہوئیں کہ اس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی عین اسی وقت اس کی طبیعت خراب ہوگئی۔وہ علاج کی غرض سے کسی ڈاکٹر کے پاس گیا۔ڈاکٹر نے اسے بتایا کہ تم کینسر کے مریض ہو، ہمارے پاس اس کی دوائی دستیاب نہیں ہے ،لہٰذا یہ کینسر پھیل جائے گا اور تمہیں زیادہ سے زیادہ دو سال میں موت آجائے گی ۔اب کوئی اور ہوتا تو وہ سن کر پریشان ہو جاتا مگر اس کے اندر بڑی قوتِ ارادی تھی لہٰذا وہ کہنے لگا کہ پھر تو میرے پاس وقت کم ہے اور مجھے بہت سا کام کرنا ہے۔چنانچہ وہ لائبریریوں میں گیا اور اس نے طبِ یونانی پر جتنی اور کتابیں تھیں وہ سب اچھی طرح دیکھیں اور ان میں سے اسے اسی کتابیں بڑی اچھی لگیں ۔اس نے وہ کتابیں لے لیں اور واپس چلا گیا ۔ واپس جا کر اس نے کچھ لوگوں کو اپنا معاون بنا لیا اور کہا کہ کتابوں کی ٹرانسلیشن میں جہاں اصطلاحات ہوں گی ،ان کا ترجمہ میں کروں گا اور جو روٹین کی عبارت ہوگی تم اس میں میری مدد کرنا۔اس طرح اس بندے نے دو سالوں میں اسی کتابوں کا ترجمہ عربی سے اطالوی زبان میں کر دیا۔اس وقت گینز بک آف ریکارڈ میں اس کا نام ’’دنیا کا سب سے بڑا ترجمان‘‘ کے طور پر لکھا ہوا ہے......دیکھیں کہ وہ کینسر کا مریض تھا اور اس نے ایسا کام کر دکھایا جو ہم لوگ صحت کے عالم میں بھی نہیں کر سکتے ......یہ کیا چیز تھی؟ یہ قوتِ ارادی تھی ۔

ایک نوبل پرائز ونر کی قوتِ ارادی:

ایک مرتبہ ایک نوبل پرائز ونر سے ہمیں گفتگو کرنے کا موقع ملا۔لوگوں نے اس سے پوچھا، آپ نوبل

پرائز ونر کیسے بنے؟ اس نے کہا، میں بہت زیادہ محنتی ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ سائنس پڑھنے والا ہر طالب علم محنتی ہوتا ہے اور صبح وشام کتاب لے کر بیٹھا ہوتا ہے، اس نے کہا، نہیں میں زیادہ محنتی ہوں، انہوں نے کہا، پھر بھی آپ بتائیں تو سہی کہ آپ کیسے دوسروں سے زیادہ محنتی ہیں؟ وہ کہنے لگا، آپ اس بات سے اندازہ لگائیں کہ میں نے کیمسٹری کی ایک کتاب پڑھی تو مجھے سمجھ میں نہ آئی، میں نے اسے دوسری مرتبہ پڑھا، پھر تیسری مرتبہ پڑھا، پھر چوتھی مرتبہ پڑھا، حتیٰ کہ میں نے اس کتاب کو شروع سے لے کر آخر تک تریسٹھ مرتبہ پڑھا اور وہ کتاب مجھے زبانی یاد ہو گئی۔

آج طلباء میں سے شاید ہی کوئی کہہ سکے کہ وہ اپنا پورا کورس سال میں دو مرتبہ پڑھ لیتا ہے۔ اگر وہ ایک دفعہ پڑھ لے تو اساتذہ پر احسان سمجھتا ہے اور اگر دوسری مرتبہ پڑھ لے تو ماں باپ پر احسان گردانتا ہے۔ اس سے زیادہ کوئی نہیں پڑھ پاتا۔ جبکہ اس نے اس کتاب کو تریسٹھ مرتبہ پڑھا۔ جب اس نے یہ بات کہی تو سننے والوں نے کہا کہ واقعی آپ جیسا محنتی بندہ نوبل پرائز جیتنے کی اہلیت رکھتا ہے۔

نیوٹن کی قوتِ ارادی:

جب نیوٹن نے Laws of motion (حرکت کے قوانین) بنائے تو اسے بہت کام کرنا پڑا کیونکہ اس میں Mathematical Equations (ریاضیاتی مساواتیں) بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ اس کے پورے کمرے میں کاغذ پھیل گئے۔ جب اس کا مسودہ تیار ہو گیا تو وہ بہت خوش ہوا کہ میری محنت کام آ گئی۔ اتنے میں اسے بیت الخلاء میں جانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ابھی وہ واش روم میں ہی تھا کہ اس کا کتا اس کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ وہ ادھر ادھر پھرنے لگا۔ ایک جگہ کاغذوں کے ڈھیر سے اس کا پاؤں پھسلا تو چراغ نیچے گر گیا۔ جس کی وجہ سے کمرے میں پڑے سب کاغذات جل گئے۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے آگ لگی ہوئی دیکھی۔ اس نے آگ بجھائی تو اس کا سارا مسودہ راکھ کا ڈھیر بن چکا

تھا۔اس کے کتے کا نام ''ٹونی'' تھا۔اس نے اسے صرف اتنی بات کہی ،ٹونی !تم نے میرا کام بڑھا دیا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے پھر محنت کرنی شروع کر دی۔ چونکہ اس کے ذہن میں کچھ نہ کچھ یادداشت ابھی باقی تھی اس لئے اس نے ایک سال پھر اور محنت کر کے حرکت کے قوانین کو دوبارہ لکھ لیا۔اس طرح ایک آدمی قوتِ ارادی کے ذریعے منفی کو مثبت اور اپنی شکست کو اپنی فتح میں تبدیل کر لیا کرتا ہے۔

آئن سٹائن کی قوتِ ارادی:

آئن سٹائن آج کی سائنس کی دنیا میں اس طرح معزز ہے جیسا کہ دین کی دنیا میں انبیائے کرام معزز ہوتے ہیں۔اس کے حالاتِ زندگی میں لکھا ہے کہ جب وہ بچپن میں سکول جاتا اور بس کنڈیکٹر اسے پیسے کا لین دین کرتا تو وہ اس سے روزانہ جھگڑا کرتا کہ تم نے مجھے پیسے پورے واپس نہیں کیے لیکن جب وہ دوبارہ گنتی کرتا تو وہ ٹھیک ہوتے۔ جب چند مرتبہ ایسا ہوا تو بس کے کنڈیکٹر نے کہا، تو کیا سکول پڑھنے جاتا ہے کہ تجھے حساب اور گنتی بھی نہیں آتی۔ یہ بات اس کے دل میں اتر گئی اور اس نے عہد کر لیا کہ میں حساب میں محنت کروں گا۔ چنانچہ اس نے اتنی محنت کی کہ اس نے Theory of Relativity کا نظریہ پیش کیا جو آج کی دنیا میں سب سے بڑا سائنسی نظریہ سمجھا جاتا ہے۔

کفار کی یہ چند مثالیں اس لئے پہلے دے دیں کہ آپ کو پتہ ہو کہ یہ نعمت اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو دی ہے لیکن یاد رکھیں کہ جو آدمی مومن بن جاتا ہے اس کا یقین اللہ رب العزت کی ذات پر ہوتا ہے اور اس کی قوت ارادی دوسروں کی نسبت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

سچ سے قوتِ ارادی بڑھ جاتی ہے:

الحمدللہ، ہم نے اللہ رب العزت کے فضل واحسان سے کلمہ پڑھا اور ہم مسلمان ہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور ہمیشہ سچ کی زندگی گزارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جب انسان کے دل

میں سچ ہوتا تو وہ اپنے کاموں میں پہاڑوں کی طرح استقامت رکھتا ہے۔یادرکھیں کہ سچائی انسان کی قوتِ ارادی بڑھا کر اس کو بے خوف کر دیتی ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کے پاس ایک پرندہ ''ہدہد'' تھا۔وہ لشکر کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور جہاں پڑاؤ ڈالتے تھے وہاں وہ اپنی چونچ سے زمین کھود کر بتاتا کہ پانی قریب ہے یا نہیں۔اسی حساب سے پڑاؤ کی جگہ کا انتخاب کیا جاتا تھا۔ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السّلام نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالنا چاہا تو ہدہد غائب تھا۔آپ نے فرمایا، کیا ہوا کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا، یا وہ غائب ہے۔پتہ چلا کہ وہ کہیں گیا ہوا ہے۔فرمایا، اچھا اگر وہ کہیں چلا گیا ہے تو اس کو کوئی معقول وجہ بیان کرنی پڑے گی ورنہ میں اس کو سخت سزا دوں گا یا ذبح کر دوں گا۔تھوڑی دیر گزری تھی کہ ہدہد بھی آ گیا۔حضرت سلیمانؑ نے جب اس سے پوچھا تو اس پرندے نے بڑے اعتماد سے جواب دیا کہ

اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ (النمل:22) میں لے آیا خبر ایک چیز کی کہ تجھ کو اس کی خبر نہ تھی اور آیا ہوں تیرے پاس سبا سے ایک پکی خبر لے کر۔

اب یہاں دیکھیں کہ وہ ایک ایسی شخصیت کے سامنے جوابدہ تھا جو وقت کے پیغمبر علیہ السّلام بھی تھے اور تخت وتاج کے مالک بھی تھے۔بلکہ وہ ایسے جلیل القدر پیغمبر تھے جو انسانوں کے بھی بادشاہ، جنوں کے بھی بادشاہ، پرندوں کے بھی بادشاہ، چرندوں کے بھی بادشاہ، خشکی کی مخلوق کے بھی بادشاہ اور تری کی مخلوق کے بھی بادشاہ تھے۔اتنی ہیبت وجلالتِ شان والے پیغمبر کے سامنے اس چھوٹے سے پرندے کی، جو ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا، کیا حیثیت تھی۔جب حضرت سلیمانؑ کہہ چکے تھے کہ میں ہدہد کو سخت سزا دوں گا یا ذبح کر دوں گا تو اسے تو یہ بات سنتے ہی کانپ جانا چاہیے تھا، اس کو تو غشی کا دورہ پڑ جانا چاہیے تھا

کہ جن کے سامنے جنوں کو دم مارنے کی اجازت نہیں ان کے سامنے میری کیا حیثیت ہے۔لیکن چونکہ اس کے دل میں سچ تھا اس لئے جب اس سے پوچھا گیا کہ تم کہاں تھے تو آگے سے اعتماد سے جواب دیا کہ میں آپ کے لئے قوم سبا کی ایک ایسی خبر لایا ہوں جو آپ کے پاس پہلے سے نہیں ہے......انسان تو بالآخر انسان ہے۔جب اس کے دل میں سچ ہوتا ہے تو پھر اس کے پاؤں کے نیچے چٹان ہوتی ہے اور اس کے پایۂ استقامت کے اندر کوئی لغزش نہیں آتی۔اس لئے جہاں ہم اللہ رب العزت سے اور نعمتیں مانگتے ہیں وہاں قوتِ ارادی والی نعمت بھی مانگنی چاہیے۔

مضبوط قوتِ ارادی کی ضرورت:

آج ہمارے نفس پر اپنا کنٹرول کیوں نہیں ہے۔مسجد میں تو اللہ اکبر کہتے ہیں لیکن جیسے ہی باہر نکلتے ہیں تو نفس کی پوجا شروع ہو جاتی ہے اور آنکھ ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیتی ہے۔ہمارے اندر استقامت نہیں ہوتی۔گھڑی میں تولا اور گھڑی میں ماشہ ہوتے ہیں اور یونہی زندگی گزرتی رہتی ہے۔جن کو ہم اللہ والے کہتے ہیں وہ بھی ہماری طرح مٹی کی بنے ہوئے انسان ہیں۔ان کی بھی دو آنکھیں، دو ہاتھ، دو پاؤں اور ایک دماغ ہوتا ہے۔ان کے دلوں کے اندر اتنا ٹھوس ایمان ہوتا ہے کہ جب وہ دل میں ایک ارادہ کر لیتے ہیں تو پھر وہ نبھا کر دکھا دیتے ہیں۔یہاں آ کر ایک عام آدمی میں اا ور ایک اللہ والے میں فرق کا پتہ چلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو استقامت بہت پسند ہے۔اسی لئے ارشاد فرمایا،

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا (حٰمٓ السجدہ:30) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر وہ اس پر ڈٹ گئے۔

آج کا نوجوان استقامت میں کمی ہونے کی وجہ سے اپنے نفس کا غلام بنا پھرتا ہے۔تنگ بھی ہے مگر نفس پر قابو بھی نہیں پا سکتا......کیسے قابو ملے؟......اس کے لئے مضبوط قوتِ ارادی کی ضرورت ہے۔ ہماری حالت ماچس کی تیلی کی مانند ہے۔جس طرح اس کے اندر آگ بھری ہوتی ہے،بس رگڑ لگنے کی دیر ہوتی ہے کہ آگ بھڑک اٹھتی ہے۔اسی طرح ہمارے نفس کے اندر بھی خباثت بھری ہوتی ہے، نامحرم پر نظر پڑتی ہے تو ایسی رگڑ لگتی ہے کہ نفس میں شہوت بیدار ہو جاتی ہے، ذرا سی مسکراہٹ ہمارا وضو توڑ دیتی ہے، حلال اور حرام کی تمیز نہیں رہتی۔ہم اپنے نفس اور شیطان کے خلاف فاتح کیسے بن سکتے ہیں؟ اس کا راز قوتِ ارادی میں پوشیدہ ہے۔

لکڑی آگ کی غذا کیسے بنتی ہے؟

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ سفر میں جا رہے تھے۔ جب تھک گئے تو قیلولہ کی نیت سے ایک درخت کے نیچے سو گئے۔ جب آنکھ کھلی تو درخت میں سے آواز سنی:

يَا سِرِّيْ كُنْ مِثْلِيْ (اے سرّی! تو میرے جیسا ہو جا)

وہ بڑے حیران ہوئے۔ جب انہوں نے سنا کہ درخت میں سے اس طرح کی آواز آ رہی ہے تو انہوں نے درخت سے مخاطب ہو کر کہا،

كَيْفَ اَكُوْنُ مِثْلُكَ (میں تیرے جیسا کس طرح بن سکتا ہوں)

درخت نے جواب دیا،

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَنِيْ بِالْاَحْجَارِ فَاَرْمُوْهُمْ بِالْاَثْمَارِ

اے سرّی! لوگ میری طرف پتھر پھینکتے ہیں اور میں ان کی طرف اپنے پھل لوٹاتا ہوں (لہٰذا تو بھی مجھ

جیسا ہو جا)

اللہ تعالیٰ نے ان کو نورِ فراست عطا کیا ہوا تھا لہٰذا ان کے دل میں فوراً خیال آیا کہ اگر یہ درخت اتنا اچھا ہے کہ پتھر مارنے والے کو بھی اپنے پھل دیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو آگ کی غذا کیوں بنایا۔ لکڑی جلتی ہے اور آگ کی غذا بنتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے درخت سے پوچھا،

وَكَيْفَ مَصِيْرُكَ اِلَى النَّارِ اے درخت! اگر تو اتنا اچھا ہے تو یہ بتا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے آگ کی غذا کیوں بنا دیا؟

جب انہوں نے یہ پوچھا تو ایسے لگا کہ جیسے اس درخت نے ٹھنڈی سانس لی اور جواب دیا کہ اے سرّی! میرے اندر خوبی بھی بہت اچھی ہے مگر میرے اندر ایک ایسی خامی ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے اور اس خامی نے میری سب خوبیوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ پوچھا، وہ خامی کون سی ہے؟ درخت نے جواب دیا،

فَمَلْيْتُ بِالْهَوَاءِ هٰكَذَا هٰكَذَا اے سرّی! جدھر کی ہوا چلتی ہے میں ادھر کو ڈول جاتا ہوں۔ میرے اندر استقامت نہیں ہے اور یہ چیز اللہ تعالیٰ کو اتنی ناپسند ہے کہ میری سب خوبیوں کے باوجود مجھے اللہ تعالیٰ نے آگ کی غذا بنا دیا۔

قوتِ ارادی بڑھانے کا راز:

مشائخ کثرت کے ساتھ ذکر کرنے کی اور اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہوتی ہے کہ اس سے بندے کے اندر قوتِ ارادی بڑھ جاتی ہے۔ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ اس لئے جتنے گرے ہوئے لوگ ہوتے ہیں ان کی اللہ والوں سے ملاقات ہوتی ہے تو

پھر اللہ تعالیٰ انہیں اٹھنے کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں اور ان کی زندگیاں بدل جاتی ہیں۔ چند لمحوں کی صحبت ان کی زندگی کے رخ بدل کے رکھ دیتی ہے۔ یہ استقامت قوتِ ارادی سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر دیکھنا ہو کہ ایمان والوں کے اندر استقامت اور قوتِ ارادی کتنی ہوتی تھی تو صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کو دیکھ لیجئے۔ ایک ایک صحابیؓ آپ کو عزم و استقامت کا پیکر نظر آئے گا۔

دو بچوں کی قوتِ ارادی:

ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بدر کے میدان میں جائزہ لیا کہ میرے دائیں بائیں کون ہیں تو ایک طرف ایک نوجوان صحابیؓ تھے اور دوسری طرف دو چھوٹے چھوٹے بچے تھے۔ یہ دیکھ کر میرے دل میں خیال آیا کہ کتنا اچھا ہوتا کہ دوسری طرف بھی کوئی نوجوان صحابیؓ ہوتے تا کہ ہم مل کر آگے بڑھتے اور دشمنوں پر خوب حملہ کرتے۔ اتنے میں وہ بچے میرے پاس آئے اور کہنے لگے، چچا جان! کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ابو جہل کہاں ہے؟ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی عمریں دیکھیں تو حیران ہوا کہ یہ ابو جہل کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا، بچو! کیا بات ہے، آپ اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہیں؟ وہ کہنے لگے کہ ہم نے سنا ہے کہ وہ ہمارے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے، اس نے ان کو مکہ مکرمہ میں بہت اذیتیں پہنچائیں، اگر وہ آج آیا ہوا ہے تو ہم ارادہ کر کے آئے ہیں کہ آج یا تو وہ خیریت سے واپس نہیں جائے گا یا ہم اپنے گھروں کو واپس نہیں جائیں گے...... میں ان کی بات سن کر حیران ہوا کہ ان بچوں کے چھوٹے چھوٹے قد اور عمریں ہیں اور ان کا ٹارگٹ اتنا سکائی ہائی ہے...... میں نے انہیں اشارہ کر کے بتایا کہ وہ جو تمہیں لوہے میں ڈوبے ہوئے فوجی نظر آرہے ہیں ان کے درمیان میں وہ اونچا سے ایک آدمی نظر آرہا ہے، وہ ابو جہل ہے۔ انہوں نے یہ سن کر اپنے ٹارگٹ کو اچھی طرح پہچان لیا۔

جب جہاد شروع ہوا تو نوجوان مجاہدین نے حملہ کیا۔ وہ بچے چھوٹے تھے اور انہوں نے بغیر سواری کے بھاگنا شروع کر دیا۔ وہ اتنے چھوٹے تھے کہ کفار نے ان کا نوٹس ہی نہ لیا۔ وہ گھوڑوں کے درمیان سے اپنا راستہ بنا کر ان کی صفوں میں سے گزرتے ہوئے ابوجہل کے گھوڑے کے قریب پہنچ گئے۔ ان کا قد اتنا چھوٹا تھا کہ وہ زمین پر کھڑے ہو کر گھوڑے پر بیٹھے ہوئے دشمن پر وار بھی نہیں کر سکتے تھے۔ بلکہ مورخین نے لکھا ہے کہ ان کے قد ان کی اپنی تلواروں سے بھی چھوٹے تھے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے گھوڑے کی ٹانگ پر وار کیا۔ جب گھوڑا گرا تو ابوجہل بھی گرا۔ پھر اس پر وار کیا۔ وہ بچے اتنے کمزور تھے کہ وہ تلوار سے ابوجہل کا گلا بھی نہیں کاٹ سکتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جن کا علم سیدنا امام اعظمؒ کو پہنچا، نے ابوجہل کا گلا کاٹا اور اس طرح وہ دشمنِ خدا فی النار ہوا...... جس قوم کے بچوں کی قوتِ ارادی کا یہ عالم ہو اس قوم کے نوجوانوں کی قوتِ ارادی کا کیا عالم ہوگا۔

ایک معذور صحابی رضی اللہ عنہ کی قوتِ ارادی:

صحابہ کرامؓ میدانِ احد میں جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ جو پاؤں سے معذور تھے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا، اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بھی آپ جہاد میں جانے کی اجازت دے دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، آپ کے چار بیٹے جہاد میں شریک ہو رہے ہیں اور آپ معذور بھی ہیں، لہٰذا اگر آپ گھر پر رہیں تو بہت اچھا ہوگا۔ انہوں نے اصرار کرتے ہوئے عرض کیا، اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے لنگڑے پن کے ساتھ جنت میں جاؤں۔ چنانچہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ان کو اجازت دے دی۔ وہ خوشی خوشی گھر کو واپس لوٹے اور اپنی زوجہ سے کہا کہ تیاری کرو میں بھی جہاد میں جا رہا ہوں۔ بیوی جب تیاری کرنے لگی تو اس نے مذاق میں کہہ دیا کہ میں تو دیکھ رہی ہوں کہ آپ میدان جہاد سے بھاگ کر واپس لوٹ رہے ہیں۔ جب

انہوں ے یہ بات کہی تو اس وقت ان صحابیؓ نے یہ دعا مانگی،

اَللّٰھُمَّ لَاتُعَدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ اے اللہ! تو مجھے میدان جہاد سے واپس اپنے اہل خانہ کی طرف نہ لوٹانا۔
چنانچہ روایات میں آیا ہے کہ وہ میدان جہاد میں تشریف لے گئے، لڑائی میں حصہ لیا، کفار کو قتل کرتے رہے، قتل کرتے رہے حتیٰ کہ وہ خود بھی شہید ہو گئے۔

جب مسلمانوں کے ورثا ان کی لاشوں کو لے کر مدینہ آنے لگے اور ان کی زوجہ ان کی لاش کو اونٹ پر رکھ کر واپس آنے لگی تو اونٹ واپس نہیں چلتا تھا۔ بارہا کوشش کے باوجود جب نبی علیہ السّلام کی خدمت میں گزارش کی گئی تو آپ ﷺ نے پوچھا، کیا انہوں نے اپنے گھر سے نکلتے ہوئے کوئی بات کہی تھی؟ عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ! انہوں نے یہ بات کہی تھی۔ فرمایا، اب اس کی لاش بھی مدینہ کی طرف نہیں جائے گی۔ چنانچہ انہیں سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کیا گیا ......اللہ اکبر!!!......جس قوم کے معذوروں کا یہ حال ہو اس قوم کے صحت مندوں کا کیا حال ہوگا۔

اسماء بنت ابی بکرؓ کی قوتِ ارادی:

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بڑی بیٹی اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن تھیں۔ ہجرت کے وقت ان کی عمر اتنی زیادہ نہیں تھی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا کہ تم چھوٹی ہو لہٰذا تم ہمیں فلاں جگہ پر کھانا پہنچا دینا، تم پر کوئی شک بھی نہیں کرے گا۔ انہوں نے پہلے دن کھانا پہنچا دیا۔ جب دوسرے دن کھانا لے کر پہنچیں تو نبی علیہ السّلام نے دیکھا کہ وہ اداس سی ہے اور پیشانی پر زخم کا نشان ہے۔ پوچھا، اسماء! کیا ہوا؟ عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! کل جب میں کھانا دے کر واپس جا رہی تھی تو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے ابوجہل نے مجھے دیکھ لیا، اس نے مجھے بالوں سے

پکڑ لیا اور کہنے لگا، اسماء! بتاؤ تمہارے باپ کہاں ہیں؟ وہ وہیں ہوگا جہاں تمہارے پیغمبر ہوں گے، کیا تمہیں پتہ ہے؟ اے اللہ کے نبی! میں نے سچ کہہ دیا کہ ہاں مجھے پتہ ہے لیکن میں ہرگز نہیں بتاؤں گی۔ یہ سن کر اس نے مجھے گھسیٹنا شروع کر دیا، مجھے شدید تکلیف ہو رہی تھی لیکن میں نے اس کو بات نہ بتائی۔ اس نے کہا، اسماء! میں تجھے جان سے مار دوں گا۔ میں نے کہا، تم جو مرضی کرو، میں بھی نہیں بتاؤں گی۔ اتنے میں اس نے مجھے رخسار پر اچانک زوردار تھپّڑ مارا، جس کی وجہ سے میں نیچے گر گئی، میرے ماتھے سے خون اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس نے پھر بالوں سے پکڑ کر کھڑا کیا اور کہا، بتاؤ وہ کہاں ہیں؟ میں نے ابو جہل کو جواب دیا، اے مردود! میری جان تو تیرے حوالے مگر میں محمد عربی ﷺ کو تیرے حوالے نہیں کروں گی...... ارے! جس قوم کی بچیوں کی قوتِ ارادی کا یہ عالم ہو تو پھر اس قوم کے جوانوں کی قوتِ ارادی کا کیا عالم ہوگا۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت خطاب کی قوتِ ارادی:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کیسے ایمان لے آئے؟ ...... بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تھپّڑ مارا، وہ نیچے گریں اور پھر سنبھل کر کہنے لگیں، اے عمر! جس ماں کا دودھ تم نے پیا ہے اسی ماں کا دودھ میں نے پیا ہے، تم جان تو نکال سکتے ہو مگر میرے دل سے ایمان کو نہیں نکال سکتے۔ بہن کے یہ الفاظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل پر بجلی بن کر گرے اور وہ موم ہو گئے۔ چنانچہ کہنے لگے، اچھا بتاؤ، کیا پڑھ رہی تھیں؟ فرمانے لگیں، بھائی! تم ناپاک ہو، تمہیں اسے ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں، غسل کرنا پڑے گا۔

شکار کرنے کو آئے شکار ہو گئے۔

جس قوم کی عورتوں کی قوتِ ارادی کا یہ عالم ہو تو پھر اس قوم کے جوانوں کی قوتِ ارادی کا کیا عالم ہوگا۔

ایک فرنگی کا اعتراف:

ایک فرنگی لکھتا ہے کہ مسلمانوں کے پیغمبر علیہ السّلام نے عجیب محنت کی کہ

After the death of Muhammad(PBUH), the land of Arabia became the nursery of heroes.

محمد ﷺ کے وفات پا جانے کے بعد عرب کی زمین ہیروز کی نرسری بن گئی۔

ہیرو کسی نمایاں بندے کو کہتے ہیں۔یعنی عرب کی زمین نمایاں شخصیات کی نرسری بن گئی۔جس طرح نرسری کا چھوٹا سا پودا بالآخر ایک بڑا درخت بن جاتا ہے اسی طرح صحابہ کرامؓ میں سے ہر ایک صحابیؓ افق کے اوپر ایک ستارے کی مانند چمکنے لگا۔

یہ قوتِ ارادی ہی ان نمایاں شخصیات کے ایمان کی وجہ بنی۔وہ من کے پکے اور دل کے سچے تھے۔وہ جو بات کردیتے تھے وہ کر گزرتے تھے۔آج یہ استقامت ہمارے اندر نہیں ہے۔اس کی کمی کی وجہ سے ہم گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھے ہیں ورگرنہ ہم جس ماحول میں بھی ہیں ہم اسی ماحول میں رہتے ہوئے شریعت وسنت کے مطابق زندگی گزار سکتے ہیں۔یہ بہانے کرنا فضول ہے کہ فحاشی عام ہے، بے پردگی عام ہے۔اہل اللہ اسی گندے ماحول میں رہتے ہوئے اپنے آپ کو شریعت وسنت کے مطابق رکھتے ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو ولایت کا نور عطا فرما دیتے ہیں۔وہ بھی انہی گلی کوچوں بازاروں میں زندگی گزارتے ہیں......فرق کہاں ہے؟......استقامت کا فرق ہے۔اگر دل کے اندر عزم وارادہ ہو کہ میں نے پروردگار کی نافرمانی نہیں کرنی تو انسان اپنے نفس پر قابو پا لیتا ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قوتِ ارادی:

اگر عزم واستقامت کی ایک اور اعلیٰ مثال دیکھنا چاہیں تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مبارک زندگی کو دیکھ

لیجئے...... جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پردہ فرمایا تو جہاں اور بہت سارے مسائل نے جنم لیا وہاں مانعینِ زکوٰۃ کا مسئلہ بھی کھڑا ہو گیا۔ یہ وہ لوگ تھے جو مسلمان تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم زکوٰۃ تو دیں گے مگر رقم بیت المال میں جمع نہیں کروائیں گے بلکہ اپنی مرضی سے اپنے علاقوں میں جہاں مناسب سمجھیں گے وہاں خرچ کریں گے۔ اس لئے ان کو مانعینِ زکوٰۃ کہا گیا۔ اگرچہ وہ اپنے علاقے کے غرباء میں زکوٰۃ تقسیم کرنا چاہتے تھے مگر اس سے مرکزیت ٹوٹتی تھی اس لئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ وہ اپنی زکوٰۃ مرکزی بیت المال میں ہی جمع کروائیں۔ مسیلمہ کذاب نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا، سجاح نامی عورت بھی نبوت کی دعویدار بن بیٹھی اور عیسائیوں نے بھی مدینہ منورہ پر حملے کی تیاریاں کر رکھی تھیں۔ گویا چاروں طرف سے خطرات موجود تھے۔

اس وقت باقی صحابہ کرامؓ کا یہ خیال تھا کہ ہمیں بیرونی فتنوں سے پہلے نمٹنا چاہیے اور یہ تو گھر کی بات ہے، یہ ہم بعد میں سنبھال لیں گے۔ مگر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا، نہیں، میں ان کے خلاف تلوار اٹھاؤں گا حتیٰ کہ یہ زکوٰۃ دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ جب سب صحابہ کرامؓ کا یہ خیال تھا تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ آپ نمائندگی کرتے ہوئے کہہ دیجئے کہ اے امیر المؤمنین! یہ کلمہ پڑھنے والے ہیں، نماز پڑھنے والے ہیں، خدا اور اس کے رسول کو ماننے والے ہیں، لہٰذا ان کے معاملے میں ذرا نرمی کا برتاؤ کیجئے۔ پہلے بڑے فتنوں سے نمٹ لیں، بعد میں ان کے ساتھ معاملہ کر لیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آ کر یہی بات کر دی کہ آپ ذرا ان کے معاملے میں نرمی کا برتاؤ کیجئے۔ بس یہ بات سننی تھی کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو دونوں ہاتھوں سے یوں دھکیلا کہ وہ سرین کے بل نیچے جا گرے اور فرمانے لگے،

اَجَبَّارٌ فِی الْجَاهِلِیَّةِ وَخَوَّارٌ فِی الْاِسْلَامِ

تو جاہلیت کے دور میں اتنا جابر تھا اسلام میں آ کر تو اتنا کمزور ہو گیا۔

پھر فرمایا،

اَیُنْقَصُ وَاَنَا حَیٌّ دین کے اندر کمی کر دی جائے اور میں زندہ رہوں۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دین کے اندر کمی کر دی جائے اور ابو بکر زندہ رہے۔ سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ بات سنی تو میرا شرح صدر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر مسلمانوں میں جوڑ پیدا فرما دیا۔

کسی نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا، نبی علیہ السّلام نے اسامہؓ کا جو لشکر روانہ فرمایا تھا آپ اسے روک لیجئے۔ فرمایا، جس لشکر کو اللہ کے محبوب ﷺ روانہ کریں، ابو بکر کون ہوتا ہے اس کو روکنے والا۔ اس نے کہا کہ لوگ حملہ کر دیں گے اور مدینہ میں فقط عورتیں رہ جائیں گی۔ فرمانے لگے، اگر مجھے یقین ہو کہ جنگل کے درندے آ کر مدینہ کی عورتوں کی لاشوں کو گلیوں میں گھسیٹیں گے تو اس کے باوجود بھی ابو بکر ان لوگوں کے ساتھ جہاد کے لئے باہر ضرور نکلے گا...... اللہ اکبر...... یہ ہوتی ہے استقامت۔ اسی استقامت کو دیکھ کر مفسّرین نے لکھا کہ فَقَامَ مَقَامَ الْاَنْبِیَاءِ یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایسی استقامت دکھائی جیسے وقت کے پیغمبر استقامت دکھایا کرتے تھے۔

محبوبِ خدا ﷺ کی قوتِ ارادی:

اگر آپ اس سے بھی زیادہ استقامت دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی مبارک زندگی کو دیکھ لیجئے، آپ کو انسانیت کی معراج نظر آئے گی...... مکی زندگی میں جب نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے چچا ان کے نگران تھے اس وقت قریش مکہ ان کے چچا کے پاس آئے اور انہوں نے ان کو پریشر کے ساتھ

متاثر کرنے کی کوشش کی۔ جب چچا نے دیکھا کہ سارا مکہ ہی خلاف ہے تو انہوں نے آپ ﷺ کو بلا کر کہا، یہ سردارانِ مکہ کہتے ہیں کہ اگر تمہیں مال و دولت کی ضرورت ہے تو جتنا چاہتے ہو ہم تمہیں وہ مال دے دیتے ہیں...... اگر کسی خوبصورت عورت سے شادی کرنی ہے تو نشاندہی کر دو ہم وہ عورت تمہارے نکاح میں دے دیتے ہیں...... اور اگر تمہیں سردار بننے کا شوق ہے تو ہم تمہیں اپنا سردار مان لیتے ہیں، مگر ہمارے معبودوں کو برا کہنا چھوڑ دو۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا، اے بھتیجے! میرے اوپر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو میں اٹھا نہ سکوں۔ جب نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے دیکھا کہ چچا بھی اس معاملے میں تھکے تھکے نظر آ رہے ہیں تو محبوب ﷺ نے جواب میں فرمایا،

”چچا جان! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے ہاتھ پر سورج بھی رکھ دیں تو جو پیغام لایا ہوں اس کو پہنچانے سے پیچھے نہیں ہٹوں گا“...... اللہ اکبر!!!

استقامت کی تلقین:

یہی استقامت صحابہ کرامؓ کو پہنچی اور صحابہ کرامؓ سے آگے تابعین کو پہنچی۔ لہٰذا اولیائے کرام کے اندر یہ خاص صفت ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ ہر وقت اپنے آپ کو شریعت و سنت کے اوپر لا کھڑا کرتے ہیں اور یہی بات پروردگار فرماتے ہیں، ارشاد فرمایا،

فَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا (ھود:112)

یعنی اے محبوب! آپ اور جنہوں نے آپ کے ساتھ توبہ کی سب کے سب اس بات پر جس کا حکم دیا گیا، بالکل سیدھے رہیے۔ اگر ہم پنجابی میں فَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ (ھود:112) کا مفہوم سمجھانا چاہیں تو یہ بنے گا کہ اے محبوب! آپ اور آپ کے صحابہ شریعت پر چلنے کے معاملے میں تکلے کی طرح سیدھے

رہیے۔اللہ تعالیٰ کو ایسی استقامت چاہیے۔اور یہ استقامت انسان کے اندر ذکر اللہ کی کثرت سے پیدا ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ مشائخ اپنے پاس آنے والے ہر بندے کو یہ جنرل ٹانک پہلے ہی بتا دیتے ہیں۔ پروردگار نے مجاہدین کا تذکرہ قرآن مجید میں فرمایا تو انہیں بھی ذکر کا حکم فرمایا۔سوچئے کہ جو لوگ جان کی بازی لگا رہے ہیں، سر قلم ہو رہے ہیں اور عین اس وقت جب جان جانے کا خوف ہے پروردگار اس وقت بھی کثرتِ ذکر کا حکم فرما رہے ہیں...... سنئے اور دل کے کانوں سے سنئے......ارشاد فرمایا،

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

(الانفال:45) اے ایمان والو! جب لڑو کسی فوج سے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم مراد پاؤ۔

یعنی جب تمہارا آمنا سامنا کافروں کی جماعت سے ہو تو ڈٹ جاؤ اور اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرتے رہنا، کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ذکر اللہ کی کثرت سے ایک طرف بندے کو استقامت ملتی ہے اور دوسری طرف بندے پر اللہ رب العزت کی رحمت چھم چھم برستی ہے۔آج ہمیں بھی نفس اور شیطان کے خلاف اس استقامت کی ضرورت ہے۔ہم بڑے ارادے باندھتے ہیں کہ اب یہ نہیں کریں گے اب وہ نہیں کریں گے لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر وہی کر رہے ہوتے ہیں۔کوشش یہ کرنی چاہیے کہ ہماری یہ ڈِھل مِل یقین والی حالت درست ہو جائے اور ہمارے اندر عزم و استقامت آجائے۔

ہم اللہ رب العزت سے جہاں اور بہت ساری دعائیں مانگتے ہیں وہاں ہم یہ دعا بھی مانگا کریں کہ رب کریم! ہمیں شریعت و سنت پر چلنے میں استقامت نصیب فرما دیجئے اور وہ قوتِ ارادی دے دیجئے کہ جب ہم دل میں ایک عزم کر لیں تو پھر ہم اس کے اوپر جم جائیں۔یاد رکھیں کہ جب پانی بہہ رہا ہوتا ہے تو

اس کے ساتھ صرف وہی چیزیں بہتی ہیں جو وزن میں ہلکی ہوتی ہیں۔ تنکے، پتے اور کاغذ کی چیزیں پانی کے ساتھ بہہ جاتی ہیں۔ اور کچھ چٹانیں ہوتی ہیں جو پانی کے ساتھ نہیں بہتیں بلکہ جب پانی گزرتا ہے تو وہ پانی کے رخ کو موڑ دیا کرتی ہیں۔ اگر آج ہر طرف گناہوں کا سیلاب ہے تو ہم نہ تو تنکا بنیں اور نہ ہی تختہ بنیں کہ ساتھ بہتے رہیں، بلکہ ہمیں چٹان بننے کی ضرورت ہے تاکہ بے راہ روی کے رخ کو موڑ دیا جائے۔

یاد کرتا ہے زمانہ ان انسانوں کو روک دیتے ہیں جو بڑھتے ہوئے طوفانوں کو

اللہ رب العزت ہمیں بھی یہ توفیق عطا فرمادے کہ ہم عریانی اور فحاشی کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کے خلاف چٹان بن کر حیا اور پاکدامنی کی زندگی گزاریں اور شریعت وسنت پر استقامت کے ساتھ عمل کر کے اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں میں شامل ہو جائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ